(۴۸)

جسمانی اعضاء کی طرح روحانی اعضاء سے کام لینا چاہیئے

(فرمودہ ۲۰۔نومبر ۱۹۱۴ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت کی :-

اَوَلَمۡ يَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ يَمۡشُوۡنَ فِىۡ مَسٰكِنِهِمۡ‌ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ‌ؕ اَفَلَا يَسۡمَعُوۡنَ ۔ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا نَسُوۡقُ الۡمَآءَ اِلَى الۡاَرۡضِ الۡجُرُزِ فَنُخۡرِجُ بِهٖ زَرۡعًا تَاۡكُلُ مِنۡهُ اَنۡعَامُهُمۡ وَاَنۡفُسُهُمۡ‌ؕ اَفَلَا يُبۡصِرُوۡنَ[1]

اس کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کچھ اعضاء عطا فرمائے ہیں۔ ہاتھ ہیں، پاؤں ہیں، کان ہیں، آنکھیں، ناک ہے، زبان ہے اور یہ اس لئے دیئے ہیں کہ انسان محتاج ہے بہت سے اشیاء کا اور وہ اشیاء تمام دنیا میں پراگندہ اور منتشر ہیں اور دوسری مختلف قسم کی ایسی اشیاء میں ملی ہوئی ہیں جو کہ بعض انسان کیلئے مُضِرّ ہیں اور بعض مفید ہیں اس لئے خداوند تعالیٰ نے انسان کے اعضاء تین قسم کے بنائے ہیں۔ ایک وہ اعضاء جن کے ذریعہ سے انسان اپنی ضرورت کی چیزوں تک پہنچ جاتا ہے یا ان کو اپنے تک لاسکتا ہے۔ دوسرے وہ اعضاء ہیں جن سے انسان مخلوط چیزوں میں یہ فرق کرسکتا ہے کہ کون میرے لئے مضر ہیں اور کون سی مفید اور کون سی ایسی ہیں جن کا استعمال کرنا چاہیئے اور کون سی ایسی ہیں جن کو اپنے گھر میں رکھنا چاہیئے اور کون سی ایسی ہیں جو پھینک دینی چاہئیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ بجائے نفع کے نقصان پہنچ جائے۔ تیسرے وہ اعضاء ہیں کہ جب کوئی چیز استعمال کی جائے تو وہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

مثلاً پاؤں انسان کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔کوئی چیز جنگلوں میں، کوئی آبادیوں میں،کوئی پانی میں،کوئی خشکی میں،کوئی پہاڑوں میں،کوئی غاروں میں ہوتی ہیں لیکن پاؤں ان سب تک انسان کو پہنچا سکتے ہیں۔ پھر اس چیز کو ہاتھ پکڑ کر لے آتے ہیں۔ پھر کئی حسّیں ہیں جن سے انسان ان چیزوں میں سے اچھی اور بُری چیزوں کو پہچانتا ہے۔کانوں کے ذریعہ اچھی اور بُری آواز معلوم کرتا ہے۔آنکھوں کے ذریعہ بھلی اور بُری اشیاء میں تمیز کرتا ہے۔زبان کے ذریعہ خوش ذائقہ بدذائقہ کا پتہ لگاتا ہے۔اور چھونے سے سخت اور نرم پہچانتا ہے۔پھر اسی طرح ان چیزوں کے فوائد کے اثرات دیکھ کر عقل کے ذریعہ سمجھتا ہے کہ کون سی میرے لئے مفید اور کون سی مضر ہیں۔

تو جس طرح انسان کے جسم کیلئے یہ اعضاء خدا تعالیٰ نے بنائے ہیں اور ہر قسم کے اشیاء سے فائدہ اٹھانے اور ان کے نقصانات سے بچنے کے ذرائع بتائے ہیں اسی طرح روحانی اعضاء بھی ہوتے ہیں، روحانی کان بھی ہوتے ہیں، روحانی آنکھیں بھی ہوتی ہیں، روحانی قوت ذائقہ بھی ہوتی ہے اور روحانی حِسّیں بھی ہوتی ہیں اور ان باطنی اعضاء کے ذریعہ ان چیزوں کو پہچانا جاتا ہے جو روح کے لئے مفید یا مضر ہوتی ہیں۔لیکن افسوس کہ ان اعضاء سے بہت کم لوگ فائدہ اٹھاتے اور بہت تھوڑے ان کو استعمال میں لاتے ہیں۔کسی شخص نے ایک لطیفہ لکھا ہے اور ہے تو وہ لطیفہ ہی مگر عقلمند انسان ہر ایک بات سے سبق حاصل کر کے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔اس لئے یہ لطیفہ بھی فائدہ سے خالی نہیں۔لکھا ہے کہ کسی بادشاہ نے بر سبیل تذکرہ اپنے ایک وزیر سے پوچھا کہ دنیا میں اندھے زیادہ ہیں یا سوجاکھے۔تو اس نے کہا کہ حضور اندھے زیادہ ہیں۔بادشاہ نے کہا کہ یہ بات تو مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ اگر ہم بازار میں جائیں تو ہمیں سوجاکھے بہت نظر آتے ہیں اور اندھے بہت کم ہوتے ہیں اور اگر تمہاری بات صحیح ہے تو تم اندھوں کی ایک فہرست بنا کر دکھاؤ۔اس نے کہا بہت اچھا میں فہرست بنا کر حضور کے پیش کروں گا۔اس کے بعد وہ کہیں بازار میں رسّی بٹنے لگ گیا۔چونکہ وہ بادشاہ کا درباری تھا اور یہ کام اس کی حیثیت سے بہت گرا ہوا تھا اس لئے جو کوئی گزرتا اس سے پوچھتا کہ جناب کیا کر رہے ہیں؟ تو وہ کہتا کہ رسّی بٹ رہا ہوں اور پوچھنے والے کا نام اپنی فہرست میں لکھ لیتا۔حتّٰی کہ بادشاہ بھی جب اس راستہ سے گزرا تو اس نے بھی یہی سوال کیا کہ کیا کر رہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ رسّی بٹ رہا ہوں اور بادشاہ کا نام بھی اس فہرست میں لکھ لیا۔دوسرے دن

اُس نے بادشاہ کی خدمت میں وہ فہرست پیش کر دی۔کہ دیکھئے حضور اندھے زیادہ ہیں یا سوجاکھے۔بادشاہ نے جب اپنا ہی نام سب سے پہلے دیکھا تو حیران رہ گیا اور پوچھنے لگا کہ یہ کیا ہے؟اس نے کہا کہ حضور میں رسّی بٹ رہا تھا اور جو گزرتا تھا یہی پوچھتا تھا کہ کیا کر رہے ہو حالانکہ جو کچھ میں کر رہا تھا وہ ہر ایک کو نظر آتا تھا۔چونکہ یہ لوگ باوجود دیکھنے کے پھر پوچھتے تھے اس لئے میں نے ان کو اندھوں میں ہی لکھ لیا۔تو اس وزیر نے دنیا کے لحاظ سے ایک معقول بات کہی۔اور وہ یہ کہ دنیا کے لوگ بہت چیزیں دیکھتے ہیں لیکن ان کے نتیجہ تک نہیں پہنچتے۔ان لوگوں کو تو چاہیئے تھا کہ اس سے سوال کرتے کہ کیوں ایسا کر رہے ہو؟ نہ کہ یہ کیا کر رہے ہو؟

اب اگر ہم اس اصل کے لحاظ سے دنیا میں غور کریں تو اندھے بہت زیادہ ملیں گے ایسے لوگوں کی گو جسمانی آنکھیں ہوتی ہیں لیکن حقیقت کو نہیں دیکھتے۔ان کے جسمانی کان ہوتے ہیں لیکن اصلیت کو نہیں سنتے۔انکی جسمانی زبان ہوتی ہے لیکن حق کی بات نہیں پوچھتے اور اگر کسی کے یہ جسمانی اعضاء نہ بھی ہوں تو کیا ہے۔بڑی سے بڑی عمر انسان کی دو اڑھائی سو سال تک کی بھی اگر سمجھ لی جائے حالانکہ آج کل تو کوئی بھی اس عمر تک نہیں پہنچتا تو بھی ایک جسمانی اندھے کے لئے محدود زمانہ تک یہ تکلیف ہے لیکن روحانی اندھے کی حالت اس سے بہت بدتر ہوتی ہے۔مگر جب ہم دیکھتے ہیں تو جسمانی اندھے تھوڑے ہوتے ہیں مگر روحانی اندھے بہت زیادہ نظر آتے ہیں۔وہ عبرت ناک نظائر دیکھتے ہیں مگر عبرت نہیں پکڑتے ،تباہیوں اور بربادیوں کے حالات سنتے ہیں ،مگر غور نہیں کرتے۔ایک جسمانی اندھا کیوں بُرا سمجھا جاتا ہے۔کسی کی آنکھیں ہیں اور کسی کی نہیں۔تو اس میں حرج ہی کیا ہوا۔یوں بھی تو دنیا میں ایک دوسرے انسان کے حالات میں فرق ہے۔ایک بڑھئی کا کام کرتا ہے تو دوسرا لوہار کا۔ایک ایک کام کرتا ہے تو دوسرا دوسرا۔اسی طرح اگر ایک کی آنکھیں ہیں اور ایک کی نہیں تو اس کو بُرا سمجھنے کی کیا وجہ ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اس کی تمیز کرنے کی ایک حس جاتی رہی ہے اور وہ اپنے راستہ میں حائل ہونے والے گڑھے یا دیوار کو نہیں پہچان سکتا اور وہ اپنے آپ پر حملہ کرنے والے دشمن کو نہیں دیکھ سکتا۔اور نہ اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر کر سکتا ہے۔وہ نور اور ظلمت میں فرق نہیں کر سکتا اس لئے وہ اوروں سے زیادہ دکھ اور تکلیف میں ہے۔اور واقعی اس کیلئے بڑا دکھ ہے اس لئے وہ رحم کے قابل ہے۔مگر ہم

کہتے ہیں کہ روحانی اندھا اس سے بہت زیادہ دکھ میں ہوتا ہے۔ اور اس کی حالت اس کی نسبت بہت زیادہ قابل رحم ہوتی ہے۔ ایک جسمانی اندھا آنکھوں کے نہ ہونے کی وجہ سے گڑھوں میں گرتا ہے۔ تاہم پھر بھی وہ لاٹھی سے کچھ نہ کچھ اونچ نیچ معلوم کر لیتا ہے۔ مگر روحانی اندھوں کے لئے کوئی ایسی لاٹھی نہیں ہوتی کہ جس کے ذریعہ سے وہ اپنے آگے کے گڑھوں اور روکوں کو معلوم کر سکیں۔ جسمانی اندھا تو دوسروں کی بات سن کر سنبھل جاتا ہے اور گڑھے میں گرنے یا کسی چیز سے سر ٹکرا لینے سے بچ جاتا ہے۔ مگر روحانی اندھے میں یہ عجیب بات ہوتی ہے کہ وہ بہرہ بھی ہوتا ہے اور جو روحانی بہرہ ہوتا ہے وہ اندھا بھی ضرور ہوتا ہے اور ساتھ ہی گونگا بھی ہوتا ہے اور جب کسی انسان کی روحانی آنکھوں پر پردہ پڑ جائے تو ساتھ ہی اس کی دوسری حسیں بھی ماری جاتی ہیں اس لئے روحانی اندھا بہت خطرناک مصیبت اور دکھ میں ہوتا ہے۔ لیکن باوجود اس حالت کے دیکھا جاتا ہے کہ دنیا میں روحانی اندھے اور بہرے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ ایک نبی جب دنیا میں آ کر آواز دیتا ہے تو بہت تھوڑے ہوتے ہیں جو اس کی آواز پر کان دھرتے ہیں۔ پھر اس قلیل جماعت میں سے بھی بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جو نبی کی آواز کو سن تو لیتے ہیں لیکن ان کی بینائی کی طاقت بہت کمزور ہوتی ہے۔ اور پھر ایک وقت میں ماری ہی جاتی ہے۔ ایسے لوگ روحانی اندھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ کیا ان لوگوں کو کوئی ہدایت نہیں دی۔ اس بات نے کہ ان سے پہلے کئی نسلوں اور قوموں کو ہم نے تباہ کر دیا ہوا ہے۔ ان سے پہلے بڑی بڑی قومیں دنیا میں ایسی گزریں جو صدیوں تک حکومت کرتی رہی ہیں۔ مگر اب ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ اس وقت سب سے پرانی دنیا کی تاریخ دس ہزار سال تک کی ملتی ہے۔ اور بعض ممالک تو ایسے بھی ہیں کہ جن کے تین چار ہزار سال سے پہلے کے حالات معلوم نہیں ہو سکتے۔ آجکل لوگ ان تباہ شدہ قوموں کے برباد شدہ مکانوں اور گھروں میں چلتے پھرتے ہیں مگر باوجود اس کے کہ یہ ان کیلئے عبرت اور نصیحت کے نشان ہیں، ان کو دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور ان سے کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ تو بتاؤ کہ ان سے زیادہ اندھے اور کون ہوں گے۔ جو شخص ایک انسان کی آواز نہیں سنتا، وہ بہرہ کہلاتا ہے۔ مگر ان کی نسبت تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہزاروں سال کی وہ قومیں جو تباہ ہو چکی ہوئی ہیں چیخ چیخ کر سنا رہی ہیں مگر پھر بھی نہیں سنتے تو ان سے زیادہ بہرہ اور کون ہوگا۔ پھر فرمایا۔ یہ بہرے ہی نہیں بلکہ اندھے بھی ہیں۔ کیا انہوں

نے دیکھا نہیں کہ کس طرح ہم پانی لاتے ہیں۔اور ایک بے برگ و گیاہ زمین جس میں سبزی کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا، پانی پڑنے کی وجہ سے اس میں سے کس طرح کھیتیاں اُگ آتی ہیں۔کیا یہ دیکھ کر بھی ان لوگوں کو ہدایت نہیں آتی۔اور یہ اس بات سے خوش نہیں ہوتے کہ ان کیلئے بھی ہم نے سامان بنائے ہوئے ہیں۔اور نبی ان سامانوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔تو کیسے سرسبز ہو جاتے ہیں۔حضرت زکریا نے حضرت مریم سے جب وہ بچہ تھیں پوچھا۔کہ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔اس کہنے کا حضرت زکریا پر اتنا اثر ہوا کہ اسی جگہ دعا کی کہ اے الٰہی! مجھے بھی اولاد دیجئے تا کہ میں بھی اسی طرح کی باتیں اس سے سنوں ۲ تو یہ نبیوں کا کام ہوتا ہے کہ ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز کو دیکھ کر بھی فائدہ حاصل کر لیتے ہیں۔مگر جو لوگ کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتے ان کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا ۳ کہ تم بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے تم پر تو بہت بڑھ کر فضل کیا گیا ہے کہ تمام دنیا کے پھل تمہارے پاس کھنچے چلے آتے ہیں۔لیکن پھر تم ہر روز دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے۔اور سنتے ہوئے نہیں سنتے۔اس قسم کی مخلوق بڑی قابل رحم ہوتی ہے۔اور یہ بڑے دکھ میں پڑی ہوئی ہوتی ہے۔

تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ میں خدا تعالیٰ نے ایک بہت ہی لطیف ترتیب رکھی ہے انعام پہلے رکھا ہے اور انفس کو پیچھے کہ کھیتوں سے ان کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور یہ خود بھی کھاتے ہیں۔حالانکہ انسان پہلے ہونا چاہئے تھا کیونکہ سب چیزیں انسان کے لئے ہی بنائی گئی ہیں۔دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو پہلے رکھا ہے اور چوپاؤں کو پیچھے فرمایا ہے۔فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ۔ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا۔ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا۔فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا۔وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا۔وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا۔وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا۔وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا۔مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۴۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں قرآن شریف نے ایک قاعدہ کُلّیہ بیان کر دیا ہے کہ دنیا کی ہر ایک چیز انسان کیلئے ہے اور اسی کے فائدے کے لئے بنائی گئی ہے اور واقعہ میں چونکہ انسان خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے اس لئے ہر ایک چیز اسی کیلئے پیدا کی گئی ہے۔تو یہاں انعام سے پہلے انسان چاہئے تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے پہلے ہی رکھا لیکن کھیتی میں سے چوپائے انسان سے پہلے کھاتے ہیں اور انسان تو کھیتی پک جاتی ہے تب اس میں سے کھاتا

ہے اس لئے انسان کو اس جگہ پیچھے رکھا۔

اللہ تعالیٰ یہ کھیتوں کے نظارے اور گزری ہوئی قوموں کی باتوں کی نسبت فرماتا ہے کہ ان میں بڑے نشانات ہیں۔ یہ دو آیتیں جو میں نے پڑھی ہیں ان میں خدا تعالیٰ نے ایک نہایت لطیف مضمون بیان فرمایا ہے۔ انسانوں کے تنزل کے دو ہی سبب ہوا کرتے ہیں۔ ایک استغناء کہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کی نسبت فرمایا۔ اَوَلَمۡ یَہۡدِ لَہُمۡ کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ یَمۡشُوۡنَ فِیۡ مَسٰکِنِہِمۡ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ اَفَلَا یَسۡمَعُوۡنَ۔ تم کو کیوں پرواہ نہیں ہے۔ تم سے کئی پہلی قوموں نے اسی طرح کہا تھا اس لئے وہ تباہ و برباد ہو گئیں۔ تم ان کے تباہ ہونے سے نصیحت حاصل کرو۔ دوسرا سبب نا امیدی ہوتا ہے۔ ایسے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم کیا کریں ہم سے تو کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ ان کی نسبت فرمایا:۔ اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَسُوۡقُ الۡمَآءَ اِلَی الۡاَرۡضِ الۡجُرُزِ فَنُخۡرِجُ بِہٖ زَرۡعًا تَاۡکُلُ مِنۡہُ اَنۡعَامُہُمۡ وَاَنۡفُسُہُمۡ۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ کیسی بنجر زمین ہوتی ہے۔ اس میں جب ہم پانی ڈالتے ہیں تو کھیتی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم جب خشک زمین سے سرسبز کھیتی پیدا کر سکتے ہیں تو کیا ہم تمہارے دلوں میں کچھ نہیں اُگا سکتے، ضرور اُگا سکتے ہیں۔ تو یہاں خدا تعالیٰ نے ان دو تنزّلوں کے سببوں کو توڑ دیا ہے۔

تم لوگوں نے بھی دونوں نظارے دیکھے ہیں۔ ایک تو ان نظاروں کو قرآن شریف میں پڑھا ہے پھر یہی نظارے تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں کیونکہ تمہارے زمانہ میں ایک خدا تعالیٰ کا مامور آیا۔ جس کا جن لوگوں نے انکار کیا، خدا نے تمہارے سامنے ان کو ذلیل کر دیا۔ قادیان آتے ہوئے راستہ میں بٹالہ ہے وہاں محمد حسین ہی کو دیکھ لو۔ سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اسی نے کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ اُس وقت اس کی بہت عزت ہوتی تھی۔ مگر آج اس کو دیکھو کہ کس حالت میں ہے۔ پھر بہت سی بستیاں مسیح موعودؑ کے انکار کی وجہ سے تباہ ہو چکی ہیں۔ تو تم نے یہ نظارے سنے اور پڑھے ہی نہیں بلکہ آنکھوں سے دیکھے بھی ہیں۔ پھر ایک انسان کو تمہارے دیکھتے دیکھتے خدا تعالیٰ نے کامیاب کر کے دکھا دیا۔ اور لاکھوں انسانوں کی جماعت پیدا کر دی۔ تم نے نہ پہلی تباہ شدہ قوموں کا حال پڑھا ہے بلکہ اس زمانہ میں دیکھ لیا ہے اور تمہارے سامنے کھیتیوں میں پانی برسنے اور ان کے اُگنے کے ہی نظائر نہیں ہیں بلکہ تم نے ایک ایسا کامل انسان دیکھ لیا ہے جس پر خدا نے اپنے فضل کا مینہ برسایا اور

اس کو سرسبز کر کے دکھا دیا۔تو دنیا عذر کر سکتی ہے تو کرے مگر تم خوب یاد رکھو کہ تم کوئی عذر نہیں کر سکتے۔تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے کسی پر خدا کا عذاب نازل ہوتا نہیں دیکھا۔اور تم نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ کے نافرمان قوموں کا کیا حال ہوتا ہے اور ان کو کیا سزا ملتی ہے اور تم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں کھیتیوں کے نظاروں سے نصیحت حاصل کرنا نہیں آتا کیونکہ تم نے ان نظاروں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔پس تمہارے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔تم اگر اپنی اصلاح نہ کرو گے تو سب سے بڑے مجرم ہو گے۔اس لئے تم اپنے اندر تغیر پیدا کرلو، تبدیلی پیدا کرلو تمہارے لئے ہر ایک حجت پوری ہو چکی ہے۔تم نصیحت حاصل کرو اور خدا کے فضل اور انعاموں سے استغناء مت کرو۔خدا تعالیٰ بڑی طاقت رکھنے والا ہے لیکن اس کے فضل سے ناامید بھی نہ ہونا۔دیکھو خدا تعالیٰ کا فضل جب آتا ہے تو مٹی کو جس پر انسان بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتا سرسبز کر دیتا ہے۔اور پھر لوگ اسی کے سیر کیلئے جاتے ہیں۔تو گو اللہ تعالیٰ کے عذاب بڑے سخت ہوتے ہیں مگر فضل بھی بڑے بڑے کرتا ہے۔اگر خدا تعالیٰ کا قہر بڑا ہے تو رحم بھی بڑا ہے۔سو تم خدا تعالیٰ کے قہر سے ڈر کر اس کے رحم کے طالب ہو جاؤ۔اور غضب سے ڈر کر فضل کے جاذب بن جاؤ، خدا تعالیٰ بڑا رحیم و کریم ہے ہم نے کب اس کے حضور عرض کیا تھا کہ ہم میں مسیح موعود بھیجو اس نے خود ہی اپنے فضل سے ہم پر یہ احسان کیا۔پس اس وقت اپنے دلوں کے دروازے کھول دو اور فائدہ اٹھا لو۔اپنے کھیتوں کے گرد آڑیں بنا لو تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی بارش کا پانی اس میں پڑے اور پڑ کر نکل نہ جائے۔اب اس شان کا احسان جیسا کہ تم نے دیکھا ہے دنیا میں نہیں آئے گا۔بہت لوگ ایسے تھے جو کہتے تھے کہ اگر ہم آنحضرتؐ کے زمانہ میں ہوتے تو ایسا کرتے۔ان لوگوں کی اصلیت ظاہر کرنے کیلئے خدا تعالیٰ نے اپنے ایک برگزیدہ کو بھیج دیا کہ اب ہی کچھ کر کے دکھا دو لیکن انہوں نے جو کچھ کیا وہ معلوم ہی ہے۔تو پھر کبھی یہ دن نہیں آئیں گے۔تم ان سے فائدہ اٹھا لو۔خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے۔

(الفضل ۲۶۔نومبر ۱۹۱۴ء)

۱؎ السّجدہ: ۲۸،۲۷ ۲؎ اٰل عمران: ۳۹،۳۸ ۳؎ القصص: ۵۸

۴؎ عبس: ۲۵ تا ۳۳